قراءات شاذہ کی تدوین وارتقاء

*تاج افسر

Abstract

The qurra (experts of the science of quira't) view quira'at (recitation of the holy Quran) as spread over into various types. One of the categories group together the types that mark continuity. They have a mandate in literal and meaningful terms. Also they are a source of various rules. So far as the deriving of rules is concerned the mufassireen (interpreters of the holy Quran) and fuquha (jurists) have differences of opinion as per differences of time and space. The other category stacks the Quira'aat-i-Shazzah (unfamiliar types of recitation). They have various forms. Literally they are not Quran but rules are derived from them. The details of these quira'aat are scattered. These details include the basic concept of Quira'aat-i-Shazza, their origin, phases in history, their usefulness, wisdom behind them, compilers' peculiar styles of compilation, the initiation of writings on them, the profile and academic status of the a'immah-i-karaam who introduced them, their sources like the books on the Quranic sciences, tafseer, hadith and lexis.

The foremost beneficiaries of Quira'aati-i-Shazzah are the lexists. These quira'aat also form a large body of the tafaaseer of the holy Quran. They contribute to determine the right sense of the statements of the Holy Quran. Muhaddiseen have divided these quira'aat into various chapters. They have been a source of guidance for mufassireen and fuqaha in deriving the rules.

This article will presents the basic concept of Quira'aat-i-Shazzah,

*اسسٹنٹ پروفیسر کلیۃ الدراسات الاسلامیہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

their history, and the beginning and development of the practice of their compilation.

علماء قراءات کے ہاں سند کے اعتبار سے قراءات دو قسم ہیں قراءات متواترہ اور قراءات شاذہ قراءات متواترہ کی تعریف، تدوین اور ارتقاء اس مقالہ کا موضوع نہیں ہے۔ البتہ دوسری قسم، قراءات شاذہ کی تعریف، حکم اور فوائد نیز اس کے تاریخی ارتقاء کو یہاں واضح کیا گیا ہے۔

اور علماء امت کا ان کے حوالے سے اہتمام اور تصانیف کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے تا کہ تفسیر قرآن حکیم، احکام و مسائل فقہیہ اور لغوی استنباطات میں ان کی اہمیت واضح ہو سکے۔

تابعین کے دور میں جب ماہرین قراءات کی طرف نسبت کی وجہ سے قراءات سبعہ مشہور ہوئیں تو بقیہ قراءات، جن میں تین شرائط موجود نہ تھیں، ان پر شاذ کا حکم لگا دیا گیا۔ یہاں اس بات کا جائزہ مقصود ہے کہ شاذ کا مفہوم قراء کے ہاں کیا ہے؟ شذوذ کی ابتداء کب ہوئی؟ اور اس شذوذ کی وجوہات اور اسباب کیا ہیں؟

شاذ کی تعریف: شاذ لغت میں شَذَّ یَشِذُّ (ضَرَبَ یَضْرِبُ) اور شَذَّ یَشُذُّ (نَصَرَ یَنْصُرُ) شُذُوْذاً سے ہے جس کا مفہوم ندرت، قلت استعمال اور جمہور سے ہٹ کر رائے اختیار کرنے کا ہے۔ علماء نحو کے ہاں کوئی مسئلہ جو پورے باب سے الگ اور منفرد ہو، شاذ کہلاتا ہے۔ ''رجل شاذ'' اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو اپنے ساتھیوں سے الگ تھلگ ہو جائے۔ ''کلمه شاذه'' وہ کلمہ ہوتا ہے جو پورے جملے میں منفرد معلوم ہو۔ (۱)

علماء قراءات کے ہاں قراءات شاذہ کی مختلف تعریفات ملتی ہیں۔

۱۔ ہر وہ قراءت جس میں قراءت صحیحہ کی شرائط میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو، وہ شاذ کہلاتی ہے (یعنی صحیح السند ہونا، مصاحف عثمانیہ کے موافق ہونا، وجوہ لغت عربیہ میں سے ہونا)

۲۔ جو قراءت صحیح السند نہ ہو وہ شاذ کہلاتی ہے۔ (۲)

۳۔ ابن جنی (۳۹۲ھ) کی رائے کے مطابق جو قراءت ابن مجاہدؒ (۳۲۴ھ) کی متعین کردہ قراءات سبعہ کے علاوہ ہو، شاذ ہے۔ (۳)

۴۔ ابن الجزریؒ (۸۳۳ھ) کے ہاں قراءات شاذہ سے مراد وہ قراءات ہیں جو مصاحف عثمانیہ کو لکھتے وقت نکال دی گئی ہیں۔ (۴)

ان تمام تعریفات کو سامنے رکھا جائے تو قدر مشترک وہ نکلتی ہے جو ابن الجزریؒ نے قراءات شاذہ کی

تعریف میں متعین کی ہے اور وہ ہے ”**ما خرج عن المصاحف العثمانیه**“ اور یہی تعریف درست ہے اس لئے کہ ابن جنی (۳۹۲ھ) نے اپنے شیخ ابن مجاہد (۳۲۴ھ) کی کتاب ”السبعه“ کو سامنے رکھ کر یہ رائے قائم کی ہے در حقیقت یہ تعریف نہیں ہے اور دوسری تعریف پہلی میں داخل ہے۔ اسلئے کہ تین شرائط قراءات میں سے ایک صحیح سند ہونا بھی ہے جبکہ پہلی تعریف میں تین ضوابط میں سے کسی کا نہ ہونا یہ قراءت شاذہ کی علامات میں سے ہے، اس کی تعریف نہیں ہے۔

ابن الجزریؒ کی تعریف اصل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لغوی معنی کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے اور وہ خروج کرنا، الگ ہونا اور منفرد ہونا ہے گویا یہ قراءات بھی مصاحف عثمانیہ سے الگ کردی گئیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شذوذ کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ عرضۂ اخیرہ یعنی آخری رمضان المبارک میں حضور ﷺ اور جبرئیل امین کا ایک دوسرے کو قرآن حکیم سنانے سے یا حضرت عثمانؓ کے مختلف مصاحف لکھوانے سے؟ ایک قول یہ ہے کہ شذوذ کی ابتداء عرضۂ اخیرہ سے ہوئی جب نبی اکرم ﷺ حضرت جبریل امین کے ساتھ رمضان المبارک میں قرآن کا دور کرتے تھے اور آخری سال چار قرآن مکمل ہوئے۔ اس بابت حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ان جبریلؑ کان یعارضنی با لقرآن کل سنة وانه عا رضنی العام مر تین ولا اراه الا حضر اجلی (۵) اب جو اس میں پڑھا گیا اسی کو مصحف صدیقی میں محفوظ کر دیا گیا اور جو نہیں پڑھا گیا وہ شاذ کہلایا۔ متأخرین میں سے ڈاکٹر محمد سالم محیسن مصری نے اس قول کو نہ صرف اختیار کیا ہے بلکہ اس کے مخالفین پر سخت تنقید کی ہے۔(٦)

دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کے لئے متعدد مصاحف لکھوائے تو ان میں ایسا رسم الخط اختیار کیا جو متعدد قراءت صحیحہ پر منطبق ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والوں نے تین ضوابط میں سے ایک مصاحف عثمانیہ کی موافقت کو بھی رکھا اور جو قراءات صحیحہ ایک رسم پر منطبق نہ ہو سکتی تھیں تو بعض مصاحف میں ایک رسم کے ساتھ لکھا۔ اور بعض میں دوسری رسم کے ساتھ۔ لہذا اب تمام قراءت صحیحہ مجموعی طور پر ان تمام مصاحف عثمانیہ میں شامل ہو گئیں جن کی تعداد چھ ہے۔

۱۔ مصحف مدنی: جس کے قاری حضرت زید بن ثابتؓ (۴۵ھ) تھے۔

۲۔ مصحف بصری: جس کے قاری حضرت عامر بن عبد قیسؓ (۵۵ھ) تھے۔

۳۔ مصحف مکی: جس کے قاری حضرت عبداللہ بن السائب المخزومیؓ (۷۰ھ) تھے۔

۴ ۔ مصحف کوفی: جس کے قاری حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ (۷۴ھ) تھے۔

۵۔ مصحف شامی: جس کے قاری حضرت مغیرہ بن شہابؒ (۹۱ھ) تھے۔

۶۔ مصحف امام: جس میں خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ تلاوت کرتے تھے۔

جوقراءات ان مصاحف سے باہر ہیں وہ شاذ کہلائیں۔ (۷)

اگر دونوں اقوال کا بغور جائزہ لیا جائے تو خلط مبحث معلوم ہوتا ہے وہ اس طرح کہ قراءت غیر صحیحہ دو قسم پر ہیں۔

۱۔ قراءت شاذہ جو مصاحف عثمانیہ میں شامل نہیں کی گئیں اور یہ دراصل تفسیری اقوال تھے۔ اور اس تشذیذ کی وجہ بھی یہی ہے کہ قرآن کے کلمات کی مکمل حفاظت ہو سکے اور اقوال تفسیریہ اس کے ساتھ خلط نہ ہو پائیں، کہ قرآن حکیم عالم گیر ہے اور کلام اللہ ہے۔ جبکہ تفسیر، مفسرین کے دور کے حوالے سے اجتہاد اور راہنمائی دینے کا نام ہے۔

۲۔ قراءت منسوخہ جو عرب قبائل کی آسانی کے لئے جائز تھیں۔ اب ان کے درست اداء پر قادر ہونے کی وجہ سے اجازت اٹھالی گئی۔ جیسے بنوھذیل کا حتی حین کو عتی عین پڑھنا (۸) اور یہ کام رسول ﷺ کے دور میں ہی ہوا۔ جن حضرات نے قراءات شاذہ اور منسوخہ کے درمیان فرق کا اعتبار نہیں کیا تو انہوں نے زمانہ شذوذ عرضۂ اخیرہ کو قرار دیا۔ اور جس نے قراءات شاذہ کو ایک خاص اصطلاح کے تناظر میں دیکھا اور لغوی معنی کے ساتھ مطابقت دی تو اس نے زمانہ شذوذ، حضرت عثمانؓ کے مصاحف کو قرار دیا۔ اور عرضہ اخیرہ کو قراءت منسوخہ کی پہچان قرار دیا۔ اس معنی میں شذوذ کا آغاز حضرت عثمانؓ کے مصاحف لکھوانے سے ہوا جبکہ منسوخ عرضہ اخیرہ میں ہوئیں اور اس سے منسوخ وشاذ کا فرق بھی واضح ہوگیا۔ ابن الجزریؒ کی تعریف سے بھی یہی بات مترشح ہوتی ہے ۔ (۹) نیز ابن الجزری کے نزدیک قراءات متواترہ اور شاذہ کے درمیان ایک قسم قراءات کی اور بھی ہے جس کو وہ ملحق بالتواتر کا نام دیتے ہیں اور اس سے مراد وہ قراءات ہیں جو نقل کے اعتبار سے تو مشہور ہیں لیکن تلقی بالقبول حاصل ہونے کی وجہ سے وہ متواتر کے قریب پہنچ گئیں۔ (۱۰)

قراءات شاذہ کی تاریخ اور ان کی اقسام:

قرآن حکیم کی قراءت صحیحہ، رسم عثمانی کے ذریعے مصاحف میں محفوظ ہوگئیں۔ البتہ وہ قراءات جو تفسیر یا لغت کے اعتبار سے رائج تھیں، ان کو الگ سے مدون کرنے کا کام اس لئے کیا گیا کہ ان سے لغوی یا فقہی اور تفسیری استنباط کئے جا سکیں۔ اس بناء پر ہر شعبہ کے ماہرین اہل علم نے اپنے ذوق کے مطابق استنباط کرنے کی غرض سے اپنی

کتب میں ان کا اہتمام کیا۔ چنانچہ جن کا تعلق فقہی مسائل سے ہے ان کو مفسرین نے آیاتِ احکام کے ذیل میں محفوظ کر دیا۔ ایسے ہی جن قراءات کا تعلق تفسیری استنباط سے ہے ان کو بھی تفاسیر میں جمع کر دیا گیا۔

دوسری صدی میں جب محدثین نے علم الاسناد کا آغاز کیا تو ایسی بہت سی قراءات کو سند کے ساتھ کتب حدیث میں بھی جگہ دی۔ یہی صورت نحویوں کی بھی ہے کہ انہوں نے لغوی استنباطات کے ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے قراءات شاذہ کو کتب نحو میں مدون کیا۔ البتہ کچھ ایسے مصنفین بھی گزرے ہیں جنہوں نے قراءات شاذہ میں مستقل کتب لکھیں۔ اس سے ان کا بنیادی مقصد قدیم عربی لہجات کی حفاظت تھا اور لغوی ذوق ہونے کی وجہ سے ایسی ہی قراءات کو الگ کیا جن سے لغوی استنباط ہو سکتا تھا۔ اور پھر آسانی کے لئے قراءات عشرہ متواترہ کی طرز پر قراءات شاذہ کی نسبت کیلئے بھی باقاعدہ چار ائمہ کا انتخاب کیا گیا جنہوں نے اپنی زندگی اس فن کی خدمت میں صرف کر دی تھی اور ان کے دو دو راویوں کا تعین بھی کیا گیا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو قراءات شاذہ کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔

۱۔ **قراءات شاذہ منضبطہ:** جن کو مستقل قراء کی طرف منسوب کر کے قراءات عشرہ کی طرز پر بطور نمونہ مدون کیا گیا

۲۔ **قراءات شاذہ غیر منضبطہ:** جو کتب تفسیر، کتب حدیث اور کتب نحو میں بکھری ہوئی ہیں اور کسی متعلقہ فقہی، تفسیری یا نحوی مسئلہ کے تحت مل سکتی ہیں۔ جہاں تک قراءات شاذہ کی تدوین کا تعلق ہے تو سب سے پہلے ابن مجاہدؒ نے اپنی کتاب "السبعہ" اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ ایک ایسی تصنیف کی ضرورت ہے جو قراءات شاذہ سے استنباط اور حجت کے طریق کو واضح کرے (۱۱) گو وہ خود یہ کام نہ کر سکے مگر ان کے شاگرد ابن خالویہ نے قراءات شاذہ کا صرف جمع کی حد تک کام کر کے "مختصر شواذ القراءات" لکھی۔ اس کے بعد ابن جنیؒ نے پہلے باضابطہ طور پر قراءات شاذہ سے استنباط پر "المحتسب" لکھی۔ (۱۲) گویا قراءات شاذہ پر مستقل تصنیف کا آغاز ابن خالویہؒ نے کیا ہے اور ابن جنی نے ان سے استنباطات لغویہ کو واضح کیا ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: میں نے بھی "اسرار التنزیل" میں ان قراءات کا اہتمام کیا ہے جو قراءات مشہورہ سے زائد معانی دیتی ہیں۔ (۱۳) بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علامہ سیوطیؒ کی اس نام سے قراءات شاذہ پر مستقل تصنیف ہے۔ لیکن حسب استطاعت تلاش کے باوجود اس تصنیف کا سراغ نہیں مل سکا۔ تاہم ان تمام تصنیفات کو سامنے رکھا جائے تو تاریخی طور پر کہیں بھی چار قراء کا مستقل ذکر نہیں ملتا۔

گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری میں احمد بن محمد بن عبدالغنی دمیاطی، مصری (۱۱۱۷ھ) نے "اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربع عشر" نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں انہوں نے اس بات کی تصریح کی

ہے کہ جوقراءات امام شاطبیؒ کی کتاب "حرز الامانی فی القراءات السبع" اورابن الجزریؒ کی کتاب "الدرۃالمضیئہ فی القراءات الثلاث" میں متفرق تھیں،ان کو میں نے اپنی کتاب میں جمع کردیا۔اس طرح یہ دس قراءات ہوئیں، پھرقراءعشرہ کے علاوہ میں نے چارقراء کااضافہ کیا۔جن کی قراءات بالاتفاق شاذہ ہیں (۱۴) اس کتاب میں گو یہ تصریح نہیں ہے کہ انہوں نے چارقراء کا انتخاب کس بناء پر کیا ہےاوران قراءات شاذہ کا انتخاب کیوں کیا ہے؟لیکن تحت السطور یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ قراءات کی تین قسمیں ہیں:

۱۔قراءات سبعہ متواترہ بالاتفاق ۲۔قراءات ثلاثہ متواترہ بالاختلاف ۳۔قراءات شاذہ بالاتفاق

اورچارقراءکاانتخاب،ان کی جلالت ومنزلت کے پیش نظرکیا ہے۔جس کی تفصیل ان کے حالات زندگی میں آرہی ہے۔

موجودہ صدی میں عبدالفتاح قاضی (۱۴۰۴ھ) نے قراءات شاذہ منضبطہ پر مستقل تصنیف کرکےان کی لغوی توجیہات بیان کی ہیں۔اس کانام"القراءات الشاذہ و توجیھھامن لغۃ العرب"رکھا۔

وہ ائمہ جن کی طرف ان چارقراءات کی نسبت ہے،یہ ہیں۔

۱۔ حسن بصری:(۲۱ھ۔۱۱۰)

حسن بن یسار،ابوسعید،البصری بلند پایہ تابعین میں سے ہیں۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت زیدبن ثابتؓ کے بلا واسطہ اورحضرت ابی بن کعبؓ کے بالواسطہ شاگرداورفیض یافتہ ہیں۔محدثین کے ہاں بہت اونچا مقام ہے۔فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل تھے۔یہاں تک کہ امام شافعیؒ (۱۵) فرماتے ہیں:اگرمیں کہوں کہ قرآن،حسن بصری کی لغت میں میں نازل ہوا ہے تو ان کی قوت فصاحت کی وجہ سے درست ہوگا۔معتزلہ (۱۶) کے متنازع نظریات کے خلاف سب سے پہلے آواز اٹھائی۔حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔(۱۷)

۲۔ ابن محیصن:محمد بن عبدالرحمٰن بن محیصن،مکی:(۰۰۔۱۲۳ھ)

حضرت مجاہد بن جبر،درباس مولیٰ ابن عباس،سعید بن جبیر کے شاگرد خاص،شبل بن عباد،ابوعمرو بن العلاءالبصری،المقری کے شیخ، تبع تابعین میں سے ہیں۔بہت بڑے مفسراور قاری ہیں،لیکن قراءات کاانتخاب نقل متواتر کے بجائے عربی قواعد کی روشنی میں کرتے تھے۔اس لئے بعض قراءات رسم عثمانی کے بھی خلاف ہیں قراءات میں"کتاب المبھج" اور "کتاب الروضہ"مشہور ہیں۔(۱۸)

۳۔ اعمش: سلیمان بن مہران اعمش ابومحمد کوفی: (۶۱ھ۔۱۴۸ھ)

ابراہیم نخعیؒ (۱۹) زر بن حبیش، عاصم بن ابی النجود، مجاہد بن جبر کے شاگرد خاص ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام حمزہؒ، طلحہ بن مصرفؒ، محمد بن میمونؒ وغیرہم کے استاذ ہیں۔ صحیح بخاری ومسلم کے راویوں میں سے ہیں۔ ابن عامر شامی کے شاگرد ہشامؒ کا بیان ہے کہ کوفہ میں اپنے وقت کے اندر اعمش سے بڑا امام میں نے نہیں دیکھا۔ انتہائی جامع الکلام اور ظریف الطبع تھے۔ محدثین کے ہاں تدلیس (۲۰) میں مشہور ہیں لیکن ثقہ ہونے کی وجہ سے ان سے روایات لی جاتی ہیں (۲۱)

۴۔ یحی الیزیدی: ابومحمد یحی بن مبارک بن مغیرہ، البصری: (۱۳۸ھ۔۲۰۲ھ)

یزیدی کی نسبت اس لئے مشہور ہوئی کہ یزید بن منصور کی صحبت میں اکثر رہتے تھے۔ ابوعمرو بن العلاء بصری کے خصوصی شاگرد اور جانشین ہیں، انہی کے واسطے سے ابوعمرو بصری کے دوراوی ابوعمر دوری اور ابوشعیب سوسی مشہور ہیں۔ ان کی کتب میں ابن الجزریؒ نے بحوالہ ابن مجاہدؒ چند ایک ذکر کی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ کتاب النوادر ۲۔ کتاب المقصود ۳۔ کتاب فی النحو

لیکن جس حد تک تلاش ہوسکی ہے، اس وقت ان کا وجود نہیں ہے۔ (۲۲)

ان چار قراء کی طرف منسوب قراءات منضبطہ کہلاتی ہیں۔ جبکہ قراءات غیر منضبطہ کی اکثریت علوم القرآن، تفسیر، حدیث اور نحو کی اہم اور اساسی کتب میں متعلقہ عنوانات کے تحت مذکور ہیں۔

قراءات شاذہ پر مشتمل اہم مصادر علوم القرآن

۱۔ تاویل مشکل القرآن: (۲۳)

اس کتاب کے مصنف، ابن قتیبۃ، عبداللہ بن مسلم، ابومحمد، متوفی ۲۷۶ھ ہیں۔ اس کتاب کی تحریر کا بنیادی مقصد قراءات کے منکرین پر رد کرنا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ قراءات، لغت عربیہ کے دائرے سے باہر نہیں ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد دفاع کرنا ہے اور کئی ایک قراءات شاذہ کا استشہاد کے طور پر انہوں نے حوالہ دیا ہے اور اس ضمن میں مستقل باب کا عنوان بھی قائم کیا ہے۔

الحکایۃ عن الطاعنین (۲۴) باب الرد علیهم فی وجوه القراءات (۲۵)

۲۔ فضائل القرآن وماجاء فیہ من الفضل، وفی کم یقرء، والسنۃ فی ذٰلک:(۲۶)

اس کتاب کے مؤلف ابوبکر فریابی (۲۷) ہیں۔کتاب کے مؤلف کا بنیادی مقصد قراءات کی اسناد کا ذکر کرنا معلوم ہوتا ہے، گومخارج وصفات، وقف وابتداء پر بھی بحث کی ہے۔پھر ہر قراءت پر اس کے صحیح یا شاذ ہونے کا حکم لگایا ہے۔لیکن تمام قراءات کا اس میں استیعاب نہیں ہے۔چند ایک قراءات شاذہ اس میں مل جاتی ہیں۔

۳۔ المصاحف:(۲۸)

عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث السجستانی متوفی ۳۱۶ھ کی کتاب ہے۔صحابہ کرامؓ، تابعین کے دور میں جو مصاحف موجود تھے ان پر تفصیلی بحث کی ہے اور نمونے کے طور پر قراءات شاذہ ذکر کی ہیں۔مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا بنیادی موضوع مصاحف کے متعلق معلومات جمع کرنا ہے۔اس میں قراءات کے صحیح، شاذ ہونے کا فرق واضح نہیں کیا بلکہ سند کا التزام کر کے بری الذمہ ہو گئے۔(۲۹)

۴۔ الابانۃ عن معانی القراءات:(۳۰)

مکی بن ابی طالب القیسی (۴۳۷ھ) کی تالیف ہے۔مصنفؒ نے اس میں احرف سبعہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔اس کے علاوہ مصاحف عثمانیہ اور ان میں قراءات کا ذکر کیا ہے۔قراءات کی اقسام، جمع القرآن وغیرہ کے متعلق بحث کی ہے۔(۳۱) اس کے علاوہ مکی ابن ابی طالب کے ہاں توجیہات قراءات پر بھی متعدد کتب ہیں جن میں "التبصرہ" اور" اعراب مشکل القرآن" شامل ہیں۔

قراءت شاذہ پر مشتمل اہم مصادر تفسیر:

علم قراءات کا تفسیر قرآن حکیم میں بڑا دخل ہے۔دوسری صدی میں جتنی تفاسیر مدون ہوئیں ان سب کے مصنفین نے قراءات کو اپنی تفسیر کا اہم حصہ بنایا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کئی ایک جگہ قراءت کے اختلاف کی بنیاد پر ایک حکم کو دوسرے پر ترجیح دی گئی اور بسا اوقات مختلف قراءات کی اساس پر متعدد مسائل مستنبط کئے۔اس لئے اس فن کا وافر حصہ تفاسیر میں موجود ہے(۳۲) یہاں اسی نوعیت کی تفاسیر کا ذکر مقصود ہے۔

۱۔ تفسیر سفیان ثوریؒ:(۳۳)(سفیان بن سعید ثوری ۱۶۱ھ)

حضرت سفیان ثوریؒ کے تفسیری اقوال میں قراءات کا بکثرت ذکر ہے (۳۴) اس تفسیر کی خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ سفیان ثوری چونکہ کوفی ہیں اس لئے قراءات ابن مسعودؓ کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور ہر قراءت کے ساتھ نام کی تصریح کرتے ہیں (۳۵)

۲۔ کبھی کبھی ابن عباسؓ اور ابن مجاہدؒ سے بھی قراءات لیتے ہیں لیکن بہت کم۔ (۳۶)

۳۔ متعدد قراءات ذکر کرنے کے بعد ایک کی تفسیر دوسری قراءت سے کرتے ہیں اور یہ ان کے ہاں اکثر ہے۔ (۳۷)

۲۔ معانی القرآن ابوزکریا یحیٰ بن زیاد الفراء: (۲۰۷ھ)

یحیٰ بن زیاد بن عبداللہ بن منصور اسلمی (۲۰۷ھ)، نحوی، کوفی، فراء کے لقب سے مشہور، ائمہ نحاۃ کے شیخ کی تالیف ہے۔

۱۔ مصنف نے اس کتاب میں متعدد قراءات کی توجیہ کی ہے۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ قرآن حکیم کسی قاعدہ نحو یہ اور کسی عربی شعر کا پابند نہیں۔

۲۔ مصنف عموماً بغیر قاری کے نام لئے قراءات ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً: بعض نے اس طرح پڑھا۔ (۳۸)، یا کہتے ہیں: قراء نے اس پر اجماع کیا ہے۔ (۳۹) کبھی کہتے ہیں: بعض اہل مدینہ نے اس طرح پڑھا ہے۔ (۴۰)

۳۔ کبھی قاری کے نام کی تصریح بھی کرتے ہیں۔ جیسے قراءۃ ابن مسعودؓ۔ (۴۱) قراءۃ ابی بن کعبؓ (۴۲) وغیرہ۔

۴۔ مصنف عام طور پر نحوی اور تفسیری توجیہ بھی کرتے ہیں۔ (۴۳)

۳۔ معانی القرآن، سعید بن مسعدہ البلخی (اخفش):

ابوالحسن المجاشعی، بلخی (۲۱۵ھ)، اخفش لقب سے مشہور، لغت عرب اور نحو کے بہت بڑے امام کی تالیف ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔ اخفش وجوہ اعراب اور وجوہ لغت کو قراءات کی اساس پر ثابت کرتے ہیں۔

۲۔ اخفش قراءت کا اختیار درج ذیل وجوہ کی بنیاد پر کرتے ہیں۔

الف۔ رسم مصحف عثمانی

ب۔ قرآن حکیم کی متعدد لغات

ج۔ کلام عرب کے اسالیب

د۔ ہر قراءت مذکورہ کی توجیہ کرتے ہیں۔ (۴۴)

۴۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن:

مؤلف: ابو جعفر محمد ابن جریر طبری (۳۱۰ھ) مطبوع اور متداول ہے۔

قراءات کے نقطۂ نظر سے اس تفسیر کا مطالعہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ ابن جریر طبری قراءات کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، ان کی نحوی، لغوی توجیہات کرتے ہیں، بعض قراءات سے تفسیر آیات بھی کرتے ہیں۔

۲۔ آیات کے مفاہیم کے تعین میں قراءات کا کیا کردار ہے، اس کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

۳۔ ابن جریر طبری پر اس ضمن میں چند اعتراضات بھی کئے گئے ہیں۔

پہلا اعتراض: بعض قراءات کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ (۴۵)

دوسرا اعتراض: بعض قراءات صحیحہ کا انکار کرتے ہیں۔ (۴۶)

ابن الجزریؒ نے "النشر" میں (۴۷) ڈاکٹر لبیب السعید نے "دفاع عن القراءات المتواترة فی مواجهة الطبری المفسر" (۴۸) میں اور محمد عارف عثمان موسیٰ نے اپنی کتاب "القراءات المتواترة التی انکرها ابن جریر الطبری فی تفسیره" میں یہ اعتراض نقل کئے ہیں اور قراءات متواترہ کے حق میں دلائل دیئے ہیں۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں: مجھے اپنے شیخ امام شاطبیؒ نے فرمایا تھا۔

ابن عامر شامیؒ کی قراءات پر ابن جریر کے جو اعتراضات ہیں، ان سے بچنا۔ (۴۹) اس لئے کہ قراءات کا تعلق سماع سے ہے ان کو نحوی قواعد کے تابع نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ معانی القرآن واعرابہ: (۵۰)

مؤلف: ابو اسحاق ابراہیم بن السری الزجاج (۳۱۱ھ) ہیں۔ صاحب کتاب نے مختلف قراءات کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم کی تفسیر میں ان کے اثرات پر روشنی ڈالی۔ کتاب کے عمومی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔ مؤلف قراءت کے ذکر کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔

۲۔ قراءت کا ذکر بغیر سند کرتے ہیں۔ صرف قاری کا نام لیتے ہیں اور بس۔

۳۔ قراءت کے بارے میں اجتہاد اور رائے کے سختی سے مخالف ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں: کہ قراءت کو اس وقت تک پڑھنا جائز نہیں جب تک صحابہ کرامؓ اور تابعین سے مروی نہ ہو۔

۴۔ قراءت کے اختلاف کے ساتھ اس پر مرتب ہونے والے اختلاف معنی کے ذکر کا اہتمام کرتے ہیں۔ (۵۱)

۶۔ معانی القرآن الکریم: (۵۲)

مؤلف: ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی معروف بہ ''نحّاس'' (۳۳۸ھ) ہیں۔ درحقیقت یہ کتاب قرآن حکیم کی تفسیر ہے جس میں متعدد قراءات کا ذکر ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ:

۱۔ تفسیر قرآن میں مصنف، صحابہ کرامؓ اور تابعین کی مرویات بکثرت نقل کرتے ہیں۔

۲۔ قراءات سبعہ اور ثلاثہ پر انحصار نہیں بلکہ ہر وہ قراءت لے آتے ہیں جو رسم عثمانی کے موافق ہو یا مخالف ہو۔

۳۔ قراءت کے مفاہیم اور آیت کی تفسیر پر اس کے اثرات بھی ذکر کرتے ہیں۔ (۵۳) اس سے معلوم ہوا کہ مفسرین اور علوم القرآن پر کام کرنے والوں نے اپنی کتب میں قراءات کا ازحد اہتمام کیا ہے۔ اور تابعین، تبع تابعین کے دور تک ان قراءات کی توجیہات بھی بیان کرتے چلے آئے ہیں۔

قراءات شاذہ پر مشتمل اہم مصادر حدیث:

کتب حدیث عموماً اور صحاح ستہ میں خصوصاً قراءت کے متعلق محدثین نے مستقل باب قائم کئے ہیں۔ جن میں قراءت شاذہ کی خاصی تعداد موجود ہے۔ محدثین کے ہاں بنیادی اہمیت سند حدیث کی ہے۔ اس لئے سند کو مدنظر رکھتے ہوئے بغیر شاذ کا حکم لگائے قراءت ذکر کی گئی ہیں رماہرین فن نے قراءات صحیحہ کے ضوابط ثلاثہ کی روشنی میں ان پر شاذ کا حکم لگایا۔

حدیث کی چند مشہور کتابیں جن میں قراءات شاذہ نقل کی گئی ہیں یہ ہیں۔

۱۔ مسند احمد:

امام احمد بن حنبلؒ (۵۴) نے اپنی مسند میں قرآن حکیم کے فضائل قراءات اور اسباب النزول نیز ناسخ ومنسوخ پر مستقل ابواب ترتیب دیئے ہیں۔ (۵۵) مثال کے طور پر:

۱۔ اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ آیت اس طرح پڑھتے سنا ﴿ **قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُالذُّنُوْبَ جَمِيْعاً وَّلَايُبَالِي** ﴾ [الزمر ۵۳] یہ قراءت شاذ ہے ''ولا یبالی'' رسم عثمانی میں نہیں ہے۔ (۵۶)

۲۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے یہ آیت اس طرح پڑھی ہے۔ ﴿ **يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ**

اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِن﴾ [الطلاق ۱] یہ قراءت شاذہ ہے اس لئے کہ رسم عثمانی کے خلاف ہے۔(۵۷)

۲۔ صحیح بخاری و مسلم:

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی صحیحین میں کتاب التفسیر اور کتاب فضائل القرآن میں متعدد قراءات متواترہ اور شاذہ ذکر کی ہیں۔

مثلاً ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد، حضرت ابو درداءؓ کے پاس آئے تو پوچھا تم میں سے کون عبداللہ کی قراءت میں پڑھتا ہے تو انہوں نے کہا ہم سب پڑھتے ہیں تو پوچھا تم میں سے زیادہ حافظ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: علقمہ بن قیس، تو پوچھا کہ عبداللہ بن مسعودؓ ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى . .﴾ کو کیسے پڑھتے تھے؟ تو علقمہ نے جواب میں کہا ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى﴾ تو حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی پڑھا تھا(۵۸) یہ روایت سند کے اعتبار سے درست ہے مگر مصاحف عثمانیہ میں نہ ہونے کی وجہ سے یہ قراءت شاذ قرار دی گئی ہے۔

۳۔ سنن ابی داؤد:

امام ابوداؤد سجستانی نے اپنی سنن ابی داؤد میں ایک باب قائم کیا جس کا عنوان ہے: کتاب الحروف والقراءات (۵۹) جس مین قراءات شاذہ کا ذکر ہے۔ مثلاً: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مجھے اس طرح پڑھائی تھی ﴿اِنِّيْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ [الذاریات ۵۸](۶۰)

ان مثالوں سے واضح ہوا کہ محدثین نے سند کی بنیاد پر کچھ قراءات ذکر کی ہیں مگر ضوابط ثلاثہ کی روشنی میں خصوصاً مصاحف عثمانیہ کی موافقت نہ ہونے کی وجہ سے شاذ کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس طرح یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ محدثین نے قراءات کی توجیہات کا اہتمام نہیں کیا اس لئے کہ یہ ان کا شعبہ نہ تھا۔

قراءات شاذہ پر مشتمل اہم کتب نحو:

ویسے تو عام نحویین نے اپنی اپنی کتب میں ایک حصہ قراءات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مشہور ترین دو حضرات کا تعین کیا جاتا ہے، ایک بصرہ سے اور دوسرے کوفہ سے۔ ان میں سے ایک سیبویہ (ت ۱۸۰ھ) ہیں۔

۱۔ ''الکتاب'':

سیبویہ کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے متعدد شواہد مختلف قراءات سے ذکر کئے ہیں اور یہ ''الکتاب'' کے محقق عبدالسلام ہارون کی تحقیق کے مطابق ہے۔(۶۱) مثلاً حروف جازمہ خمسہ پر بحث کرتے ہوئے اِن جازمہ کو فعل کے ساتھ تشبیہ دے کر قابل عمل سمجھتے ہیں اور استشہاد میں ﴿وَ اِنَّ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُم﴾ [ھود ۱۱۱] پیش کرتے ہیں جس کو قراءت سبعہ میں سے نافع، شعبہ، مکی نے تخفیف سے پڑھتے ہوئے کُلاً کو منصوب پڑھا ہے۔(۶۲) اس ''ان'' مخففہ کو سیبویہ نے فعل کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے عامل مانا ہے۔(۶۳) اسی طرح کا استدلال باب الفاء میں ﴿فَلَا تَکْفُرْ، فَیَتَعَلَّمُوْنَ﴾ [البقرہ ۱۰۲] سے بھی کیا ہے۔ (۶۴)

گو اس میں بعض قراءات کو ذکر کرنے کے بعد سیبویہ نے ان کو لغت عربی کی روشنی میں تنقید کا نشانہ بھی بنایا ہے۔ مثلاً: ''ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اہل حجاز کا ایک طبقہ ''نبیٔ'' اور ''بریئة'' میں تحقیق ہمزہ سے پڑھتے ہیں، بجائے ابدال کے اور یہ قلیل الاستعمال ہے، اور مردود ہے۔(۶۵)

علامہ رضی (۶۶) نے سیبویہ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ قراءت متواتر نہیں ہے اور یہ اجتہادی مسئلہ ہے ورنہ وہ کبھی قراءات کو مردود نہ کہتے۔ (۶۷)

۲۔ المقتضب للمبرد:

محمد بن یزید بن عبدالاکبر الثمالی، الازدی، ابوالعباس، مبرد کی تصنیف ہے، بغداد میں عربی ادب کے بہت بڑے امام ہوئے ہیں۔ ۲۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ اس کتاب میں تقریبا پانچ سو سے زائد شواہد قرآنیہ ہیں۔(۶۸) کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف:

۱۔ متعدد قراءات ذکر کرنے کے بعد ان کی توجیہات کرتے ہیں۔

۲۔ توجیہات نحویہ کی روشنی میں بعض قراءات پر اعتراض کرتے ہیں: مثلاً

الف۔ ﴿وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِیْن﴾ [الکھف ۲۵] میں امام حمزہ اور کسائی اضافت سے پڑھتے ہیں۔(۶۹) مبرد کہتے ہیں کہ عدد کی اضافت معدود کیطرف سوائے وزن شعری کے جائز نہیں لہٰذا یہ قراءت غلط ہے (۷۰)

ب۔ اسی طرح ﴿ثُمَّ لْیَقْطَعْ فَلْیَنْظُرْ﴾ [الحج ۱۵] کے دونوں فعلوں کے لام امر کو یعقوب حضرمی، عاصم، ابن کثیر، حمزہ، کسائی نے ساکن پڑھا ہے۔ (۷۱)

مبرد کہتے ہیں" فلینظر " پر سکون جائز ہے۔جبکہ "لیقطعْ" میں لام کا سکون درست نہیں ہے کیونکہ یہ ثم کے بعد دوسرے کلمے میں آیا ہے۔(۷۲)

یہ چند وہ کتابیں ہیں جن کا تعلق مختلف علوم وفنون سے ہے۔انہوں نے اپنے استنباطات کے پیش نظر قراءت متواترہ اور شاذہ کا ذکر کیا ہے۔اس لحاظ سے یہ ساری قراءت غیر منضبط کہلاتی ہیں۔

قراءت شاذہ کا حکم اوران کے فوائد:

قرآن حکیم نے رسول اللہ ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کو مبین قرآن کے لقب سے ملقب کیا۔ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّا اَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکَ الۡکِتَابَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰیکَ اللّٰہُ ﴾[النساء ۱۰۵]

﴿وَ اَنۡزَلۡنَااِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡھِمۡ ﴾[النحل۴۴]

نبی اکرم ﷺ نے قرآنی علوم سے استنباط کرکے عملی قوانین دیئے۔ (۷۳)

اس بیان کالازمی تقاضا یہ تھا کہ اس کی تطبیق اور نفاذ کی حکمت عملی بھی دی جائے۔

آپ ﷺ کے بعد جن صحابہ کرامؓ نے کئی ایک مواقع پر مختلف احکام مستنبط کیئے۔ان میں خلفائے اربعہ ،حضرت عائشہؓ،ابن عمرؓ،ابن عباسؓ اورابن مسعودؓ کے اسماء گرامی انتہائی نمایاں ہیں۔

ان کبار صحابہؓ کے بعد جب تابعین کا دور آیا تو ہر شہر کی مناسبت اوراس کے عرف کے مطابق تابعین نے اجتہاد کیئے۔

چنانچہ حضرت سعید بن مسیّبؒ(۷۴) عامر شعبیؒ(۷۵) طاؤس بن کیسانؒ(۷۶) سالم بن عبداللہ بن عمرؒ(۷۷) عطاء بن ابی رباحؒ(۷۸) ابراہیم نخعیؒ،حسن بصریؒ،مکحولؒ(۷۹) مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، شام اوریمن میں مشہور ہوئے۔(۸۰)

چونکہ قرآن حکیم راہنمائی کے تقاضے پوری کرنے والی اساسی کتاب ہے۔اس کی سب سے اعلی درجے کی تفسیر وہ ہے جو خود قرآن حکیم بیان کرتا ہے۔مثلاً﴿اِنَّـا اَنۡـزَلۡـنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ﴾ [الدخان ۳] کی تفسیر قرآن حکیم نے﴿اِنَّـا اَنۡـزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ﴾ [القدر ۱] سے کی ہے اور ﴿اِھۡـدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ﴾ کی تفسیر اصول عشرہ سے کی ہے(۸۱) جو درج ذیل ہے۔

۱۔ شرک نہ کرنا۔

۲۔ والدین کے حقوق ادا کرنا۔

۳۔ بھوک کے ڈر کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔

۴۔ بے حیائی سے نفرت کرنا۔

۵۔ انسانی جان کو ناحق قتل نہ کرنا۔

۶۔ یتیم کے مال کی حفاظت کرنا۔

۷۔ ناپ میں کمی نہ کرنا۔

۸۔ تول میں کمی نہ کرنا۔

۹۔ ہر سچی بات میں عدل کو ملحوظ رکھنا۔

۱۰۔ عہد کی پاسداری کرنا۔(۸۲)

دوسرا درجہ اس تفسیر کا ہے جو امام الانبیاءؑ نے کی ہے جیسے صحابہ کرامؓ نے اس آیت کے نزول پر یہ سوال کیا ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ﴾ [الانعام ۸۲] یارسول اللہ کون ہے جو اپنے آپ پر ظلم نہیں کرتا۔تو حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم سے مراد یہاں شرک ہے اور اپنے اجتہاد پر دلیل حضرت لقمان کے قول سے دی جو انہوں نے بیٹے کو کہا تھا ﴿اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ [لقمان ۱۳]

اس کے بعد سب سے معتبر تفسیر صحابہ کرامؓ کی ہے اس لئے کہ وہ بلاواسطہ رسول اللہﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔

آپﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ایمان وصداقت کی علامت قرار دیتے ہوئے فرمایا(مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ)(۸۳)

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں :اصحاب محمدؐ کو لازم پکڑو جو علم میں انتہائی گہرے،تکلف میں انتہائی کم،اخلاق کے بہت بلند جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیﷺ کی صحبت کے لئے اور دین کے غلبے کے لئے منتخب کیا۔(۸۴)

لہٰذا وہ قراءات جو مصاحف عثمانؓ سے خارج ہیں وہ درحقیقت صحابہ کرامؓ کی تفسیرات قرآنیہ اور وضاحتیں ہیں۔اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ﴿حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی﴾ [البقرہ ۲۳۸]

حضرت عائشہؓ کی قراءت میں اس کی تفسیر صلوۃ العصر سے کی گئی ہے،جس میں صلوۃ وسطی کے ابہام کی

وضاحت کردی گئی۔

۲۔ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِنْ رَّبِكُمْ﴾ [البقرہ ۱۹۸] کے ساتھ عبداللہ بن زبیرؓ ،فی موسم الحج" کا اضافہ کرتے تھے۔(۸۵) اس سے وضاحت ہوگئی کہ سیاق ایام حج کے متعلق ہے۔

۳۔ ﴿وَكَانَ وَرَآءَ هُمْ مَّلِكٌ يَّأخُذُ كُلَ سَفِيْنَةٍ غَصْباً﴾[الکہف ۷۹]

ابن عباسؓ اس کی تفسیر کرتے ہیں وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَّلِكٌ يَّأخُذُ كُلَ سَفِيْنَةٍصَالِحَةٍ غَصْبًا(۸۶) جس سے حضرت خضر کے عمل کا پورا پس منظر واضح ہوگیا کہ سامنے ایک جابر بادشاہ تھا وہ لوگوں کے وسائل دولت پر قبضہ کر لیتا تھا۔ چنانچہ یہ کشتی جس پر دونوں حضرات سوار تھے،اچھی حالت میں ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی نظر میں تھی۔حضرت خضر نے کشتی والوں کے ساتھ یہی نیکی کی کہ اس کو عیب دار بنا دیا تا کہ بادشاہ اس کے درپے نہ ہو۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ''مفسرین کے اختلافات میں سب سے زیادہ قابل اعتماد عرب کے اس دور کے محاورات اور استعمالات ہیں اور جن کی تفسیر صحابہ کرامؓ اور تابعین نے کردی ہے اور امام بخاریؒ وغیرہ نے جن کو اسناد صحیحہ کے ساتھ جمع کر دیا۔(۸۷)

صحابہ کرامؓ کی فقہی آراء:

۱۔ ﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِامْرَاَةٌوَّلَهٗ اَخٌ اَوْاُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَاالسُّدُسُ﴾[النساء ۱۲]

اس میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ﴿وَلَهٗ اَخٌ اَوْاُخْتٌ "من ام"﴾ پڑھا ہے،جس سے وضاحت ہوئی کہ اخیافی بہن بھائی کا حصہ چھٹا ہے جبکہ حقیقی بہن بھائی یا باپ شریک کا حکم اور ہے اور وہ کل مال کا وارث ہوتا تھا۔(۸۸)

۲۔ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوااَيْدِ يَهُمَا﴾ [المائدہ ۳۸] کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فَاقْطَعُوْاَيْمَانَهُمَا پڑھا کرتے تھے۔جبکہ ید مطلق ہے اور اس کے اطلاق میں ابہام ہے۔اس قراءت شاذہ سے اس کا تعین ہوگیا کہ دایاں ہاتھ کاٹا جائے۔(۸۹)

۳۔ ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصَيَامُ ثَلاَ ثَةِ اَيَّامٍ﴾ [المائدہ۸۹] کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ "متتابعات" کی قید لگا کر پڑھتے تھے۔(۹۰) جس سے ان کا فقہی مسلک واضح ہوا کہ قسم کے کفارے میں تین روزے مسلسل رکھنے ضروری ہیں،انقطاع کی صورت میں اعادہ لازم ہوگا۔فقہاء میں سے اہل کوفہ نے اسی کو لیا ہے۔(۹۱)

ان مثالوں سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر،قراءت شاذہ سے تمام مفسرین

کی تفسیری اوراجتھادی آراء پر مقدم ہے۔بشرطیکہ وہ صحیح السند ہواسی لئے ابوعبیدہ القاسم بن سلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ صحابہ کرام ؓ کی تفسیر کا درجہ سب سے اقویٰ ہے۔اس لئے کہ ان کا درجہ استنباط بہت اونچا ہے۔(۹۲)

یہی وجہ ہے کہ مفسرین ،فقہاء اوراہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ قراءات شاذہ کی تلاوت گو جائز نہیں ہے لیکن اس سے استنباط کئے جاسکتے ہیں ۔اورعملا مفسرین کی تفاسیر جیسے قرطبی ،روح المعانی تفسیر ابن عطیہ وغیرہ ،نحویین کی کتب جیسے الکتاب سیبویہ کی،معانی القرآن زجاج (۳۱۱ھ)،فراء(۲۰۷ھ) کی اورنحاس (۳۳۸ھ) کی ،فقہاء کی کتب جیسے احکام القرآن جصاص (۹۳) کیالہراسی (۹۴)اورابن العربی (۹۵) کی اس طرح کے استدلالات سے بھری پڑی ہیں ۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:اسی لئے لفظ اللہ کے اشتقاق میں جن لوگوں نے اس کولاہٗ سے مشتق مانا ہے ان کی دلیل یہ قراءت شاذہ ہے۔وَهُوَ الَّذِىُ فِىُ السَّمَآءِ لاهٌ وَّ فِىُ الْاَرُضِ لاهٌ اوراشتقاق کے قائلین کے ہاں اس سے مضبوط دلیل اورکوئی نہیں ہے۔ (۹۶)

خلاصہ یہ ہے کہ قراءات شاذہ جودراصل صحابہ کرام ؓ سے منقول ہیں ۔اورصحابہ کرامؓ لغت میں خالص اور تربیت میں مکمل ہونے کی وجہ سے حجت ہیں لہٰذاان کے استنباط سے استدلال کرنا مضبوط استدلال ہوگا۔

نماز میں قراءات شاذہ کی تلاوت کا حکم:

نماز میں قراءات شاذہ کی تلاوت کے متعلق احناف کے ہاں تین آراء ملتی ہیں ۔

پہلی رائے:

اگر دوران قراءت ،کچھ کلمات قراءت شاذہ کے پڑھ دیئے گئے تو نماز صحیح ہے اس لئے کہ حقیقتاً قرآن ہی ہے البتہ سند کی وجہ سے شاذ کا حکم لگ گیا ہے۔

دوسری رائے:

اگر عمداً قراءت شاذہ ہی نماز میں پڑھیں تو نماز فاسد ہوجائے گی اوراگر بقدر ما تجوز بہ الصلوٰۃ کے علاوہ قراءت شاذہ پڑھیں تو نماز صحیح ہوجائے گی۔

تیسری رائے:

قراءات شاذہ کی بنیاد پر اگر معنی بدل گیا تو نماز فاسد ہے اوراگر معنی تبدیل نہ ہوا تو نماز صحیح ہے۔

اسی طرح قاری کے حوالے سے بھی دیکھا جائے گا کہ اس نے عمداً قراءات شاذہ مکمل یا کچھ حصہ پڑھی ہے یا غلطی سے۔(۹۷) انہی اقوال کے ساتھ ملتے جلتے اقوال حنابلہ سے بھی مروی ہیں۔(۹۸) جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءات شاذہ کے نماز میں تلاوت کرنے کے حوالے سے کچھ تخفیف موجود ہے۔ جبکہ شافعیہ اور مالکیہ کے ہاں اس سلسلے میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قراءت شاذہ سے مطلق نماز جائز نہیں چاہے وہ قراء سبعہ سے ہی مروی ہوں۔(۹۹) زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ قراءات شاذہ کے متواتر نہ ہونے، رسم عثمانی سے خارج ہونے کی وجہ سے نماز میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ تلاوت کرنے والا نماز کا اعادہ کرے گا۔(۱۰۰) علامہ جزری نے بھی ایسے شخص پر تنقید کی ہے جو نماز میں قراءات شاذہ کی تلاوت کرتا ہے۔(۱۰۱) عبدالفتاح قاضی نے ابن حجر شافعیؒ کی رائے نقل کرنے کے بعد اس کو ترجیح دی ہے کہ جمہور شافعیہ کے نزدیک قراءات شاذہ سے نماز جائز نہیں ہے(۱۰۲) امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ قراءات شاذہ پڑھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے؟ فرمایا: قطعاً نہیں۔ جو شخص ابن مسعودؓ کی قراءت شاذہ پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔(۱۰۳) ابن الجزریؒ نے علامہ ابن حاجب مالکی (۱۰۴) سے بھی اسی طرح کی بات نقل کی ہے۔ اور یہاں تک کہا ہے کہ اگر قراءت شاذہ پڑھنے پر اصرار کرنے والا ہٹ دھرم ہے تو اس کو گرفتار کر دیا جائے۔(۱۰۵) ابن عطیہ(۱۰۶) مالکی فرماتے ہیں کہ قراءت شاذہ چونکہ خلاف اجماع ہیں اس لئے ان کی تلاوت کرنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (۱۰۷)

دراصل ان مختلف آراء کی اساس ایک اور اختلاف رائے ہے اور وہ یہ کہ قراءات شاذہ کا مفہوم کیا ہے؟ کیا یہ قراءات شاذہ الفاظ قرآنی ہیں جو آسمان سے نازل ہوئے تھے اور صرف سند میں ضعف کی وجہ سے شاذ قرار پائے یا یہ تفسیری اقوال ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے بیان کردہ ہیں۔ جن ائمہ کے ہاں یہ الفاظ قرآنی نازل شدہ ہیں ان کے نزدیک سند کے ضعف کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ حضور ﷺ کی تلاوت کردہ آیات ہیں اس لئے وہ قرآن ہے اور نماز میں پڑھنے کا حکم ہے۔ ابن الجزری کے مطابق یہی رائے ابن دقیق العید(۱۰۸) کی ہے۔(۱۰۹) اور جن ائمہ کرام کے ہاں یہ قرآن نہیں ہے بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے تفسیری اقوال ہیں تو پھر ان پر قرآن کا اطلاق بھی نہیں ہوتا اور ان کے پڑھنے سے نماز درست بھی نہ ہوگی۔

ان دو آراء کے درمیان ابن نجیم (۹۷۰ھ) نے یہ تطبیق پیش کی ہے کہ اگر قراءات شاذہ کو ذکر و اذکار سمجھ

کر پڑھا جائے تب تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ لیکن اگر بطور حکایت یا قصہ کے پڑھا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی (۱۱۰) لہٰذا تمام ائمہ کے ہاں یہ متفق علیہ ہے کہ غیر قرآن سے نماز درست نہیں ہے۔ جہاں تک قراءات شاذہ کے عام تعلیم وتعلم کا سوال ہے تو اس میں امت کا اتفاق ہے کہ تفسیری اور فقہی، نحوی فوائد کے پیش نظر ایک مفید ترین علم ہے جس کا پڑھنا انتہائی ضروری ہے۔ اوراس کا پڑھانا بھی علوم آلیہ کے زمرے میں آتا ہے۔

قراءات شاذہ کے فوائد:

قراءات شاذہ دراصل نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کی تفسیرات ہیں۔ اور بلا شک نبی اکرم ﷺ قرآن حکیم کے پہلے مفسر ہیں اور آپ کے صحابہ ؓ آپ ﷺ کے بعد پوری امت کے سب سے بڑے مفسرین ہیں۔ لہٰذا تفسیری فقہی اور لغوی استنباط میں قراءت شاذہ باجماع علماء امت حجت ہیں۔ اس سطور میں قراءت شاذہ کی اہمیت اور فوائد کا جائزہ لیا جائے گا۔

قرآن حکیم کے بیان کردہ اصول ونظریات پر ایک حکمت عملی بنانا اور بتدریج اس کو کل انسانیت کے لئے راہنما کتاب منوانا حضور ﷺ کی بعثت کی ذمہ داریوں میں تھا جس کی طرف یہ آیت اشارہ کر رہی ہے۔

﴿هُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ [التوبہ ۳۳]

چنانچہ علم تفسیر کے ذریعے بنیادی اصول ونظریات کو ہر دور کی تعبیرات میں واضح کیا گیا جبکہ علم فقہ کے ذریعے اس کی حکمت عملی کی جزئیات ہر دور کے عرف کے مطابق متعین کی گئیں اور قرآن حکیم کے اصل متن کی حفاظت کے لئے علم اللغۃ کے اصول وضع کئے گئے اور قراءت شاذہ کے ذریعے اجمال اور ابہام کی وضاحت کی گئی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

الف۔ تفسیری فوائد:

ا۔ کبھی کلمہ کے اندر ابہام ہوتا ہے اور ظاہر مراد نہیں ہوتا تو قراءت شاذہ مرادی معنی واضح کر دیتی ہے۔ جیسے ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا﴾ [الجمعہ ۹] سعی ظاہر میں دوڑنے کے معنی میں مستعمل ہے جبکہ حدیث میں نماز کے لئے دوڑنے کی ممانعت آئی ہے اور امام بخاری نے تو اس پر باب بھی قائم کیا ہے (باب لایسعی الی الصلوۃ ولیأت بالسکینۃ والوقار) (۱۱۱) اس ابہام کو قراءت شاذہ کے ذریعے دور کیا گیا ہے۔ جس میں ہے فَامْضُوْٓا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ. (۱۱۲)

۲۔ کبھی قرآن حکیم میں عرب کے کسی ایک قبیلہ کی لغت کے کلمات استعمال کئے گئے ہیں جو دوسرے قبائل کے لئے غیر مانوس ہیں جس کو مفسرین کی اصطلاح میں غریب کلمات کہا جاتا ہے (۱۱۳) چنانچہ ان قبائل کے لئے وہ کلمات وضاحت طلب ہوتے ہیں۔ لہٰذا قراءت شاذہ اس کا معنی بیان کر دیتی ہے۔ جیسے ﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَا لْعِهْنِ الْمَنْفُوْش﴾[القارعہ ۵] کی تفسیر حضرت عبداللہ مسعودؓ نے کالصوف المنفوش سے کی جس سے عھن کا مفہوم واضح ہو گیا۔ (۱۱۴)

۳۔ کبھی قراءت متواترہ معروفہ کے غلط تفسیری امکان کے پیش نظر، مخالفین اسلام من گھڑت واقعات کی آڑ میں خلاف حقیقت باتیں کر کے قرآن کی عظمت کو چیلنج کرتے ہیں۔ جیسے آیت ﴿وَاتَّبَعُوْ امَا تَتْلُوْا الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَان..،وَمَااُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ﴾[البقرہ ۱۰۲]

ملک بمعنی فرشتہ، ظاہری طور پر مستعمل ہے۔ لہٰذا ہاروت و ماروت کو فرشتہ ثابت کرنے کے لئے اور ان کی طرف غیر اخلاقی حرکات منسوب کرنے کے لئے اسرائیلی (۱۱۵) روایات کا سہارا لیا گیا ہے جبکہ یہ قرآنی آیات کے صریحاً خلاف ہے۔

فرشتوں کے بارے میں قرآن کی آیت ہے:

﴿بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُوْنَ﴾[الانبیاء ۲۶]﴿وَهُمْ مَنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾[الانبیاء ۲۸]﴿لَايَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَااَمَرَهُمْ﴾[التحریم ۶]

جبکہ قراءت شاذہ عَلَى الْمَلِكَيْنَ کسرہ لام کے ساتھ ہے اور یہ قراءت ابن عباسؓ کی ہے۔ جس سے وضاحت ہو گئی کہ ہاروت و ماروت کو نیک سیرت ہونے کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جیسے اعزاز و اکرام کی وجہ سے بادشاہ کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے، درحقیقت ہاروت و ماروت انسان ہی تھے جنہوں نے سچ اور جھوٹ کا فرق لوگوں کو بتایا۔ (۱۱۶) اور یہی رائے متاخرین میں سے محققین کی ہے۔ (۱۱۷)

ب۔ فقہی فوائد:

قراءات شاذہ سے متعدد احکام کی وضاحت معلوم ہو جاتی ہے۔ جس کی چند ایک مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ قراءات شاذہ کبھی تمام فقہاء امت کے اجماع کی اساس بن جاتی ہے۔ جیسے وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلَالَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ...الخ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے "من ام" کے اضافہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جس کی بناء

پر تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ بھائی اور بہن اگر صرف ماں شریک ہوں ، باپ کی طرف سے حقیقی نہ ہوں تو میت کے ترکے میں سے ان کو چھٹا حصہ ملے گا لیکن جب باپ کی طرف سے حقیقی ہوں یا ماں ، باپ دونوں طرف سے حقیقی ہوں تو وہ کل مال کے وارث ہوں گے۔جس کی تفصیل اسی سورۃ نساء کے آخر میں ذکر کی گئی ہے۔(۱۱۸) اس لحاظ سے قراءت شاذہ اجماع کی اساس بن گئی۔

۲۔ کبھی قراءات شاذہ کسی فقہی مسئلہ میں استنباط اور استدلال کے لئے ایک مضبوط حجت ہوتی ہیں ۔جیسے کفارہ قسم میں ایک صورت روزے رکھنے کا حکم بھی ہے جبکہ روزے کا حکم کفارہ قتل اور کفارہ ظہار میں بھی ہے۔فرق یہ ہے کہ کفارہ قتل اور ظہار دونوں میں مسلسل روزے رکھنے کا حکم ہے۔**متتابعین** کی تصریح ہے۔جبکہ قسم کے کفارے میں تین روزے کا حکم تو ہے لیکن تسلسل کی بظاہر قید نہیں ہے۔قراءت شاذہ نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ کفارہ یمین میں بھی تسلسل ضروری ہے۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت ہے۔

۳۔ قراءت شاذہ کبھی عقیدے کی جزئیات مختلف ہونے کی صورت میں ایک رائے کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔جیسے رؤیت باری تعالیٰ آخرت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگی یا نہیں؟ معتزلہ اس کے قائل نہیں جبکہ اہل سنت کے ہاں رؤیت ثابت ہے۔اہل سنت کا مؤقف قراء ت شاذہ سے مضبوط ہوجاتا ہے جس میں پڑھا گیا ہے ﴿وَاِذَارَأَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡمًاوَمَلِکاً کَبِیۡرًا﴾ [الدھر۲۰] جبکہ قراءت متواترہ میں مُلۡکاً بمعنی بادشاہت ہے۔ گویا رؤیت باری تعالیٰ قرآن حکیم سے ثابت ہے۔(۱۱۹)

۴۔ قراءت شاذہ سے کسی حکم کے منسوخ یا محکم ہونے کا علم ہوجاتا ہے(۱۲۰) جیسے قرآن حکیم میں روزہ کے متعلق آیا ہے ﴿وَعَلَى الَّذِيۡنَ يُطِيۡقُوۡنَهٗ فِدۡيَةٌ طَعَامُ مِسۡكِيۡنٍ﴾ [البقرہ ۱۸۴] ظاہر آیت سے مترشح ہوتا ہے کہ جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہوں تو وہ فدیہ دے کر روزہ ترک کر سکتے ہیں ،اس بناء پر ایک رائے یہ ہے کہ یہ اختیار آغاز اسلام میں تھا پھر یہ اسی آیت کے ایک دوسرے حصہ ﴿فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ﴾ کے ساتھ منسوخ ہوگیا۔اب روزہ ہی رکھنا ہوگا۔دلیل حضرت سلمہ بن اکوع ؓ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ جب ﴿وَعَلَى الَّذِيۡنَ يُطِيۡقُوۡنَهٗ﴾ کی آیت نازل ہوئی تو جس نے چاہا روزہ رکھا اور جس نے چاہا فدیہ دیا لیکن جب ﴿فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ﴾ نازل ہوئی تو یہ اجازت منسوخ ہوگئی۔(۱۲۱)

دوسری رائے یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہے بلکہ اس حکم میں تخصیص کر دی گئی ہے اب فدیہ کا اختیار ہر ایک کو نہیں ہے۔البتہ جو معذور ہو وہ فدیہ دے کر روزہ ترک کر سکتا ہے۔یہ رائے حضرت ابن عباسؓ کی ہے۔(۱۲۲)

تیسری رائے یہ ہے کہ کلمہ اپنی جگہ موجود ہے اور آیت کے دونوں اجزاء قابل عمل ہیں۔لہٰذا اس آیت میں نسخ نہیں ہے۔وہ اس طرح کہ طَوَّقَ یُطَوِّقُ باب تفعیل ہے اور اس کا ایک خاصہ سلب ماخذ ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ لوگ جن سے روزہ کی طاقت سلب کر لی گئی ہے وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ کے طور پر دے دیں۔

بیضاویؒ اور آلوسیؒ نے اس کو ترجیح دی ہے۔(۱۲۳) امام شاہ ولی اللہؒ کے ہاں بھی عدم نسخ ہی راجح ہے۔(۱۲۴)

اس عدم نسخ کی تائید قراءت شاذہ سے ہوتی ہے جس میں ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوِّقُونه یعنی جو بہت زیادہ تکلیف اور ضرر سے روزہ رکھیں وہ فدیہ ادا کر دیں۔جیسے شیخ فانی یا لاعلاج مرض کا مریض،تو قراءت شاذہ سے آیت کا عدم نسخ ثابت ہو گیا۔

ج۔ قراءات شاذہ کے نحوی فوائد:

مفسر قرآن کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ فہم قرآن کے سلسلے میں جو بھی وجہ خفاء ہو اس کو واضح کرے تا کہ مفہوم قرآنی واضح ہو جائے بعض وجوہ خفاء کا تعلق لغت کے مختلف پہلوؤں سے ہوتا ہے جیسے حذف،ضمائر کے مراجع کے احتمالات،کلمہ کا منصرف یا غیر منصرف ہونا،کسی لفظ کا مختلف معانی میں مشترک ہونا۔چنانچہ خود نبی اکرمﷺ اور صحابہ کرامؓ نے کئی وجوہ خفاء سے پردہ اٹھایا ہے،جو کہ قراءت شاذہ کے نام سے ہمارے ذخیرہ تفسیر میں موجود ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہو۔

۱۔ حذف صفت کی مثال(۱۲۵)

﴿اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَاءَ هُمْ مَلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا﴾[الکہف ۷۹]

حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس کو یَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا' پڑھا ہے(۱۲۶) جس سے معلوم ہوا کہ ظالم بادشاہ ہر کشتی کے در پے نہیں ہوتا تھا۔اس سے حضرت خضر کے کشتی توڑنے کی حکمت واضح ہو گئی کہ مساکین کے ساتھ خیر خواہی مقصد تھی۔

۲۔ حذف موصوف:

جب سیاق کلام سے معنی فاسد نہ ہو رہا ہو تو موصوف کا حذف کرنا بھی جائز ہے۔جیسے ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ [الانعام ۱۶۰]حسن بصریؒ نے 'عشر'' کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔اس سے

اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ "عشر" (تنوین کے ساتھ) صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے۔ یعنی **فَلَهٗ حَسَنَاتٌ عَشْرٌ اَمْثَالِها**. (۱۲۷)

۳۔ کبھی جملے میں کسی ضمیر کی وجہ سے مفہوم واضح نہیں ہوتا تو ظاہر کلام سے غیر مرادی مفہوم لیا جاتا ہے۔ قراءت شاذہ میں اس ضمیر کی جگہ دوسری استعمال ہوتی ہے۔ جس سے مفہوم قرآنی صاف اور بے غبار ہو جاتا ہے۔ جیسے ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مَنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآاُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[الاسراء ۸۵]

عام مفسرین نے "اُوْتِيْتُمْ" کی ضمیر سے یہ استدلال کیا ہے کہ روح بھی متشابہات (۱۲۸) میں سے ہے اور اس کا علم کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس کی حقیقت کو سمجھے بغیر ایمان لانا ضروری ہے۔ (۱۲۹)

قراءت شاذہ، قراءت اعمش میں أوتـوا ضمیر غائب کے ساتھ ہے۔ (۱۳۰) اور اس کا مرجع یہود ہیں ،اس سے وضاحت ہوئی کہ روح کے بارے میں لاعلمی یہود کی طرف منسوب ہے۔ جہاں تک امت محمدیہ کا تعلق ہے تو علم کی نفی ان سے نہیں کی گئی ،وہ روح کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں۔ (۱۳۱) گویا قراءت شاذہ نے ہمیں درست راہنمائی دی جس کی وجہ سے بہت سے شکوک وشبہات زائل ہوگئے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور (۷۱۱ھ)، لسان العرب مادۃ (ش.ذ.ذ) دار صادر، بیروت: ۴۹۴/۳۔۴۹۵

۲۔ الزرقانی محمد عبدالعظیم (۱۳۷۶ھ) مناهل العرفان فی علوم القرآن دار احیاء الکتب العربیہ، القاہرہ ۴۲۳/۱:

۳۔ ابن جنی (۳۹۲ھ) ابوالفتح عثمان، المحتسب فی تبیین وجوه شواذ القراء ات والایضاح عنها، تحقیق علی النجدی ناصف، دار سزگین للطباعۃ ۱۴۰۶ اص: ۳۲/۱، ۳۵

۴۔ ابن الجزری (۸۳۳ھ) محمد بن محمد، منجد المقرئین ومرشد الطالبین، تحقیق: محمد حبیب اللہ الشنقیطی، دار الکتب العلمیہ، بیروت :۱۶۔۱۷

۵۔ البخاری (۲۵۶ھ) محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب کان جبریل یعرض القرآن علی رسول اللہ ﷺ

۶۔ محمد سالم محیسن فی رحاب القرآن الکریم ط. بیروت ۱۹۸۹ء :۴۳۳/۱۔۴۳۴

۷۔ ابن قتیبہ (۲۷۶ھ) عبداللہ بن مسلم، تاویل مشکل القرآن، تحقیق احمد صقر، دار التراث، القاہرہ، طبع دوم،

۱۳۹۳ھ ص ۳۸۔۔۴۰

۸۔ شعبان محمد اسماعیل: القراء ات احکامھاو مصد رھا،سلسلہ دعوۃ الحق ۱۹مکۃ المکرّمہ ۱۴۰۲ھ :ص ۱۱۵

ڈاکٹرسیدرزق الطّویل:فی علوم القراء ات مکۃ المکرّمۃ طبع اول ۱۴۰۵ھ :ص ۵۹۔۶۰

۹۔ ابن الجزری (۸۳۳ھ)منجد المقرئین :ص ۱۶۔۱۷

۱۰۔ ایضا

۱۱۔ ابن جنی (۳۹۲ھ) مقدمۃ المحتسب :۳۲/۱

۱۲۔ ایضا

۱۳۔ السیوطی: (۹۱۱ھ) عبدالرحمٰن بن ابی بکر،الاتقان فی علوم القرآن ،سہیل اکیڈمی،لاہور،طبع ثالث،۱۹۸۷ء :۸۲/۱

۱۴۔ صبری اشوح:اعجاز القراء ات القرآنیہ،دراسۃفی تاریخ القراء ات و اتجاھات القراء ۔،القاھرہ، ط.اول ۱۹۹۸ :ص ۱۴۱۔۱۵۷

۱۵۔ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع ،مکہ کے رہنے والے،ائمہ اربعہ میں سے ہیں ۔امام مالک بن انسؒ اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے شاگرد ہیں ۔فقہ شافعی کی نسبت انہی کی طرف ہے ۔مصر میں ۲۰۴ھ کو فوت ہوئے ۔[ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی (۴۷۶ھ)طبقات الفقھاء ، ط دارالقلم بیروت ۔(س۔ن) :۱/ ۱۸۷۔۱۸۸]

۱۶۔ معتزلہ،عقل کونقل پر مطلقاً ترجیح میں غالی ایک اسلامی فرقہ ،جس کا آغاز واصل بن عطاء،تلمیذ حسن بصری سے ہوا، ان کے نظریات کی اساس پانچ چیزیں ہیں ،توحید،عدل ،وعدوعید،امر بالمعروف ،منزلہ بین المنزلتین ۔[ابو الحسن علی بن اسماعیل (۳۳۰ھ)۔مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین تحقیق:محمد محی الدین عبد الحمید۔ط.ثانی،مکتبۃ النھضۃ ،القاھرہ،۱۹۶۹ :۲۳۵/۱]

۱۷۔ الزرکلی (۱۹۷۶ء)الاعلام قاموس تراجم لاشھر الرجال والنساء من العرب والمستعربین والمستشرقین،بیروت،لبنان،۱۹۸۴ء :۲/ ۲۲۶

۱۸۔ ایضا، :۱۸۹/۶ (لیکن ان کی مذکورہ کتب کا کہیں علم نہ ہوسکا)

۱۹۔ ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسودابوعمران ،النخعی ،کوفی ،امام ابوحنیفہؒ کے شیخ ،علقمہ بن قیس کے شاگرد خاص ،مشہور عابد،زاہد، باختلاف روایات ۹۵یا۹۶ھ میں فوت ہوئے ۔[ابن الجزری (۸۳۳ھ)غایۃالنھایۃ فی طبقات القراء ،دارالکتب العلمیہ ،بیروت،طبع اول ۱۹۳۲ء ۲۹/۱۔۳۰]

۲۰۔ تدلیس کا مطلب یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کا نام چھوڑ کر شیخ الشیخ کا ذکر سماعت کی صراحت کے بغیر کر دے۔ محدثین کے ہاں عام طور پر مدلس کی روایت منقطع سمجھی جاتی ہے اگر وہ "عن" سے روایت کرے لیکن سماع کی تصریح کر دے تو پھر معتبر ہے۔[السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن (۹۰۲ھ)، فتح المغیث شرح الفیة الحدیث فی مصطلح الحدیث، دارالکتب العلمیۃ۔ بیروت، ط.اول ۱۹۸۳: ۱/۱۸۷]

۲۱۔ غایة النهایة : ۱/۳۷۵۔۳۷۷

۲۲۔ الذھبی (۷۴۸ھ) محمد بن احمد، معرفة القراء الکبار علی الطبقات والاعصار، تحقیق: بشار عواد، موسسة الرسالہ، بیروت، : ۱/۹۴

۲۳۔ تحقیق سید احمد صقر، طبع ثانی، دارالتراث، قاھرہ ۱۳۹۳ھ

۲۴۔ ابن قتیبہ (۲۷۶ھ) تاویل مشکل القرآن : ص ۲۴

۲۵۔ ایضا : ص ۳۳

۲۶۔ تحقیق یوسف عثمان فضل اللہ طبع اول مکتبة الرشد، ریاض، ۱۴۰۹ھ

۲۷۔ جعفر بن محمد ابو بکر فریابی، ترکی الاصل ہیں۔ فریاب، بلخ کے مضافات میں دیہات کا نام ہے، وہاں کے رہنے والے تھے، ۳۰۱ھ میں فوت ہوئے۔ [الاعلام ۲/۱۲۷]

۲۸۔ طبع اول، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۹۔ محدثین کے ہاں اصول ہے کہ: "من أسند لک فقد أحالک" یعنی جس نے سند ذکر کر دی اس نے تجھے راستہ بتا دیا۔ (اب وہ غلط یا صحیح ہونے کا ذمہ دار نہیں ہے) لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب حدیث کا علم، خدا کا خوف، تقویٰ عام تھا۔ آج کے دور میں تحقیق سے کام لیا جائے گا۔ [السخاوی، فتح المغیث ۱/۳۵۴]

۳۰۔ تحقیق ڈاکٹر عبدالفتاح شلبی۔ طبع ثالث، المکتبة الفیصلیة قاھرہ، ۱۴۰۵ھ

۳۱۔ القیسی (۴۳۷ھ) مکی بن ابی طالب، الابانه عن معانی القراءات، تحقیق ڈاکٹر عبدالفتاح شلبی، المکتبة الفیصلیة، طبع ثالث ۱۴۰۵ھ : ۳۱۔۳۲

۳۲۔ محمد فاضل بن عاشور، التفسیر ورجاله ط. مجمع البحوث الاسلامیة، الازهر ۱۳۹۰ھ : ص ۲۳۔۲۵

۳۳۔ تحقیق امتیاز عرشی، طبع اول دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۳ھ

۳۴۔ بازمول، محمد بن عمر بن سالم، القراءات و اثرھا فی التفسیر و الاحکام، دارالھجرة للنشر والتوزیع، طبع اول ۱۹۹۶ء : ۱/۲۳۱

۳۵۔ الثوری، سفیان بن سعید (۱۶۱ھ): تفسیر الثوری تحقیق امتیاز عرشی دارالکتب العلمیة طبع اول ۱۴۰۳ھ : ص

۴۴_۴۷ ، ۴۵_۶۴

۳۶۔ ایضا :ص ۵۳_۵۶

۳۷۔ ایضا :ص ۱۸۸

۳۸۔ الفراء(۲۰۷ھ)معانی القرآن عالم الکتب بیروت طبع دوم۱۹۸۴ء :۱۹/۱، ۸۳

۳۹۔ ایضا :۱۴/۱ ، ۱۹ ، ۲۸

۴۰۔ ایضا :۷۵/۱

۴۱۔ ایضا :۳۱/۱،۴۳

۴۲۔ ایضا :۴۳/۱ ، ۷۳

۴۳۔ ایضا :۳/۱ ، ۵ ، ۱۱ ، ۱۳ ، ۱۴

۴۴۔ اخفش(۲۱۵ھ)معانی القرآن ،مقدمۃالمحقق تحقیق عبدالامیر محمدامین۔ط.اول.بیروت ۱۴۰۵ھ :۶۵/۱_۸۲

۴۵۔ الطبری (۳۱۰ھ) محمد بن جریر،جامع البیان عن تاویل آی القرآن ،تحقیق احمد محمد شاکر،مئوسسہ الرسالۃ، بیروت،طبع اول۲۰۰۰ء :۱۲۸/۶

۴۶۔ ایضا :۳۲/۵_۳۳

۴۷۔ ابن الجزری(۸۳۳ھ)النشرفی القراء ات العشر،دارالفکر،بیروت: ۲۶۴/۲

۴۸۔ لبیب السعید دفاع عن القراءات ط.دارالمعارف،بیروت ۱۹۷۸ء :ص ۲۲_۲۴

۴۹۔ السخاوی(۶۴۳ھ)،جمال القراء و کمال الاقراء تحقیق:ڈاکٹرعبدالکریم زبیدی۔دارالبلاغۃ،بیروت طبع اول۱۹۹۳ :۱۹۷/۲

۵۰۔ تحقیق عبدالجلیل عبدہ شلبی ،طبع اول،بیروت ۱۴۰۸ھ

۵۱۔ الزجاج(۳۱۱ھ)معانی القرآن و اعرابہ تحقیق:ڈاکٹرعبدالجلیل عبدہ،عالم الکتب،طبع اول ۱۴۰۸ھ :۴۵/۱ :۵۱/۱ ، ۴۸۲/۱ ، ۸۷/۱

۵۲۔ تحقیق محمد علی الصابونی طبع اول،جامعہ ام القری ،مکۃ المکرّمہ۱۴۱۰ھ

۵۳۔ النحاس(۳۳۸ھ)معانی القرآن الکریم :ص ۳۶۹/۱_۳۷۱، ۴۸۷/۱

۵۴۔ امام احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال الشیبانی ابوعبداللہ بہت بڑے محدث،امام شافعیؒ کے شاگرد،فقہائے اربعہ میں سے ایک ،مسئلہ خلق قرآن میں اہل سنت کے ترجمان ، ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔[ابن الجزری(۸۳۳ھ)

غاية النهاية ۱/۱۱۲]

۵۵۔ **احمد عبدالرحمٰن البناء**،الفتح الربانی لترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی **کی جلد ۱۸ انہی ابواب پر مشتمل ہے،جن میں صرف جمع قرآن،ابواب قراءات اوراختلاف قراءات کے جواز وغیرہ پر تقریباً ۱۲۶ احادیث ذکر کی گئی ہیں۔**

۵۶۔ الفتح الربانی :۱۸/۴۳۔۴۵

۵۷۔ **ایضا** :۳/۹۔۱۰۳

۵۸۔ **البخاری(۲۵۶ھ)**الجامع الصحیح،کتاب التفسیر سورۃ والیل اذا یغشی **باب ''وما خلق الذکر والانثی''** حدیث نمبر۴۵۶۳ **صحیح مسلم: حدیث نمبر۱۳۶۴**

۵۹۔ **ابوداؤد(۲۷۵ھ)**السنن کتاب الحروف والقراءات :**حدیث نمبر۳۴۷۹**

۶۰۔ **جبکہ مصاحف عثمانیہ کے مطابق {ان الله هو الرزاق} ہے**

۶۱۔ **عبدالسلام ھارون مقدمہ تحقیق** ''الکتاب'' ۱/۳۳: **محمد عبدالخالق عضیمہ**،دراسات لاسلوب القرآن الکریم ط.دارالحدیث القاہرہ (س۔ن) :۱/۶،۷

۶۲۔ **علی بن عثمان بن محمد،ابوالقاسم،ابن القاصح(۸۰۱ھ)** سراج القاری المبتدی وتذکار القاری المنتہی،**مکتبۃ مصطفیٰ البابی الحلبی،مصر ۱۹۵۴ء** :ص۲۵۲

۶۳۔ **سیبویہ(۱۸۰ھ)**الکتاب :۱/۲۸۳

۶۴۔ **ایضا** :۱/۴۲۳

۶۵۔ **ایضا** :۳/۵۵۵

۶۶۔ **رضی،محمد بن حسن،نجم الدین،استراباذی(طبرستان کا مضافات) ۶۸۶ھ میں فوت ہوئے۔مشہور نحوی اور کافیہ ابن حاجب کے شارح ہیں۔**[الاعلام ۶/۸۶]

۶۷۔ **رضی محمد بن حسن(۶۸۶ھ)شرح شافیہ ابن حاجب تحقیق محمد نورالحسن ط.دارالکتب العلمیہ ۱۳۹۵ھ: ۳/۳۵**

۶۸۔ **المبرد(۲۸۵ھ)مقدمہ تحقیق** : المقتضب **تحقیق:محمد عبدالخالق عضیمہ ط. بیروت** :۱/۱۱۶

۶۹۔ **الدانی،عثمان بن سعید(۴۴۴ھ)** التیسیر فی القراءات السبع،**بیروت،طبع ثانی ۱۳۰۴ھ** :ص۱۴۳

۷۰۔ المقتضب :۲/۱۷۱

۷۱۔ التیسیر :۱۵۶

۷۲۔ المقتضب :۲/۱۳۴

۷۳۔ عبید اللہ سندھیؒ مولانا (۱۹۴۴م) شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، ترتیب و تدوین پروفیسر محمد سرور، المحمود اکیڈمی، لاہور: ص ۹۹۔۱۸۰

۷۴۔ سعید بن المسیب بن حزن المخزومی، ابو محمد، بلند درجے کے تابعین میں سے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت عثمانؓ، جیسے اکابر صحابہ کرامؓ کے شاگرد ہیں۔ ۹۴ھ میں فوت ہوئے۔[ابن الجزری (۸۳۳ھ) غایۃ النھایۃ : ۳۰۸/۱]

۷۵۔ عامر بن شراحیل بن عبد الشعبی، ابو عمرو کوفی، ابو عبد الرحمٰن سلمی، علقمہ بن قیس کے شاگرد، ۱۰۵ھ میں فوت ہوئے۔ [ابن الجزری (۸۳۳ھ) غایۃ النھایۃ :۳۵۰/۱]

۷۶۔ طاؤس بن کیسان، خولانی، ہمدانی، ابو عبد الرحمٰن، مشہور تابعی، حضرت ابن عباسؓ کے خصوصی شاگرد، ۱۰۶ھ میں فوت ہوئے۔[ابن حجر (۸۵۲ھ) تھذیب التھذیب، مطبعۃ مجلس ادارۃ المعارف، حیدر آباد دکن، الھند طبع اول: ۸/۵۔۹]

۷۷۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر مشہور تابعین اور فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ صحیح روایت کے مطابق ۱۰۸ھ میں فوت ہوئے۔ [ابن الجزری (۸۳۳ھ) غایۃ النھایۃ :۳۰۱/۱]

۷۸۔ عطاء بن ابی رباح جلیل القدر مفسر، فقیہ، حضرت ابن عباسؓ، ابو ہریرۃؓ کے شاگرد، ۱۱۴ھ میں فوت ہوئے۔[الاعلام :۲۹/۵]

۷۹۔ مکحول، ابو عبد اللہ، اہل شام کے بڑے فقیہ، مفتی، مرسل روایت کرنے میں مشہور ہیں، ۱۱۶ھ میں فوت ہوئے [الذہبی (۷۴۸ھ) سیر اعلام النبلاء، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع ہفتم ۱۹۹۳ء:۵/۶۔۸]

۸۰۔ شاہ ولی اللہ احمد دھلویؒ (ت ۱۱۷۶ھ) حجۃ اللہ البالغہ، مکتبہ سلفیہ، لاہور: ۱۴۰/۱۔۱۴۴

۸۱۔ الآلوسی (۱۲۷۰ھ) روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ: ۷۳/۶

۸۳۔ الترمذی (۲۷۹ھ) السنن، باب افتراق ہذہ الامۃ : حدیث نمبر ۲۵۶۵

۸۴۔ الاصفہانی، احمد بن عبد اللہ، ابو نعیم (۴۳۰ھ) حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت (س۔ن): ۳۰۵/۱

۸۵۔ ابن حجر (۸۵۲ھ) فتح الباری علی صحیح البخاری، تحقیق سید محمد عبد المعطی، القاہرہ ۱۹۷۸ء :۳۶/۱۹

۸۶۔ الطبری(۳۱۰ھ) جامع البیان :۳/۸

۸۷۔ شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ) ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، فرید بکڈپو، دہلی ۶:ص ۳۷

۸۸۔ الطبری(۳۱۰ھ)جامع البیان :۲۰/۵

۸۹۔ القرطبی(۶۷۱ھ) محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن، دار الفکر ، بیروت، ۱۳۷۲ھ :۷۸/۵

۹۰۔ الطبری(۳۱۰ھ)جامع البیان :۱۴۸/۴

۹۱۔ الزرقانی(۱۳۷۶ھ)مناھل العرفان :۴۲۵/۱

۹۲۔ السیوطی(۹۱۱ھ)الاتقان :۸۲/۱

۹۳۔ الجصاص، احمد بن علی رازی، ابوبکر، فقہ حنفی کے مشہور تبحر عالم، احکام القرآن کے مؤلف، بغداد میں ۳۷۰ھ کو فوت ہوئے۔[عبدالحی لکھنوی، (۱۳۰۴ھ)الفوائدالبھیۃفی تراجم الحنفیۃ طبع آرام باغ کراچی:ص ۲۷۔۲۸]

۹۴۔ الکیاالہراسی، علی بن محمد بن علی الطبری، طبرستان میں پیدا ہوئے۔فقہ شافعی کے بڑے امام ہیں۔احکام القرآن ان کی مشہور تصنیف ہے۔۵۰۴ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔[الاعلام ۳۲۹/۴]

۹۵۔ ابن العربی قاضی، محمد بن عبداللہ بن احمد اندلسی، فقہ مالکی کے امام، عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی اور احکام القرآن کے مصنف، ۵۴۳ھ میں فوت ہوئے۔[ابن خلکان(۶۸۱ھ)، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، تحقیق احسان عباس، دارصادر، بیروت ۲۹۶/۴]

۹۶۔ السیوطی(۹۱۱ھ)، کتاب الا قتراح فی النحو ،حیدرآباددکن، الھند ،۱۳۵۹ھ ص ۱۴، ۱۵

۹۷۔ ابن عابدین بن محمدامین بن عمر(۱۲۵۲ء)، ردالمحتار حاشیہ علی الدر المختار شرح تنو یر الابصار المعروف حاشیہ ابن عابدین ط۔کراچی :۵۴۱/۱

۹۸۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن قدامہ، ابومحمد(۱۳۷۰ء)المغنی تحقیق عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی طبع دوم، القاہرہ، ۱۴۱۲ھ :۴۹۲/۱

۹۹۔ النووی(۶۷۶ھ)، یحی بن شرف الدین، التبیان فی آداب حملۃ القرآن طبع ثالث ۱۹۸۵م مکتبۃ المنار، اردن :ص ۳۵

۱۰۰۔ الزرکشی(۷۹۴ھ)، البحر المحیط فی اصول الفقہ ، تحقیق عمر سلیمان اشقر ط. القاہرہ :۴۷۴/۱

۱۰۱۔ ابن الجزری(۸۳۳ھ)النشر :۱۵/۱

۱۰۲۔ :عبدالفتاح قاضی(۱۴۰۴ء) القراءات الشاذہ و توجیھھا من لغۃ العرب ط. المدینۃ المنورہ (س۔ن) : ص ۸

۱۰۳۔ مالک بن انس الاصبحی امام(۱۷۹ھ)المدونۃ الکبریٰ (روایۃ سحنون بن سعید)ط.دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۹۴ء:۱/۸۴

۱۰۴۔ عثمان بن عمر بن ابی بکر بن الحاجب کردی،فقیہ مالکی،اصولی نحوی،مقری،امام شاطبی ابوالقاسم بن فیرہ کے مایہ ناز شاگرد،متن کافیہ کے مؤلف، ۶۴۶ھ میں فوت ہوئے[ابن الجزری(۸۳۳ھ)۔غایۃ النھایۃ :۱/۵۰۸۔۵۰۹]

۱۰۵۔ ابن الجزری(۸۳۳ھ)منجد المقرئین :ص ۱۰۰

۱۰۶۔ عبدالحق بن غالب بن عبدالرحمٰن بن عطیۃ اندلسی،مشہور مفسر،غرناطی،فقہ مالکی کے بڑے امام،مشہور قول کے مطابق ۵۴۶ھ میں فوت ہوئے۔[ابراہیم بن علی بن فرحون مالکی،الدیباج المذھب فی معرفۃ أعیان علماء المذھب تحقیق محمد احمد ابوالنور، ط.القاہرۃ،۱۳۲۹: ۲/۵۸]

۱۰۷۔ ابن عطیہ اندلسی(۵۴۲ھ)،المحرر الوجیزفی تفسیر الکتاب العزیز،تحقیق عبدالسلام عبدالشافی،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،طبع اول ۲۰۰۱ء :۱/۹

۱۰۸۔ ابن دقیق العید،محمد بن علی بن وہب بن مطیع،مصری،تقی الدین،متوفی ۷۰۲ھ ،نحوی،شاعر،مفسر اور فقیہ ہیں۔وفات قاہرہ میں ہوئی۔[عمر رضا کحالہ،معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیۃ،داراحیاء التراث،بیروت:۱۱/۷۰]

۱۰۹۔ ابن الجزری(۸۳۳ھ)منجد المقرئین :ص ۱۰۷

۱۱۰۔ ابن نجیم،زین الدین بن ابراہیم بن محمد(۹۷۰ھ) البحر الرائق شرح کنز الدقائق،دارالمعرفۃ بیروت طبع ثانی :۱/۳۲۵

۱۱۱۔ البخاری(۲۵۶ھ)،الجامع الصحیح کتاب الاذان :حدیث نمبر۶۰۲

۱۱۲۔ الآلوسی(۱۲۸۰ھ) ،روح المعانی :۱۵/۱۵

۱۱۳۔ مفسرین نے اس کو وجوہ خفاء میں بیان کیا ہے اور اس کے حل بھی بتائے۔[شاہ ولی اللہ،(۱۱۷۶ھ)الفوز الکبیر ۳۶،۱۴۶]

۱۱۴۔ الزرقانی(۱۳۷۶ھ)مناھل العرفان :۱/۱۴۱

۱۱۵۔ جن مفسرین کے پیش نظر صرف مواد جمع کرنا تھا یا ان کے قدم بقدم جو مفسرین چلے ہیں ان کے ہاں اہل کتاب سے منقول حکایات کا ایک حصہ موجود ہے۔جیسے ابن جریر طبری،قرطبی وغیرہ،تو ایسی روایات کو اسرائیلی روایات کہا جاتا ہے۔ان کے بارے میں ہمیں چھان بین کا حکم دیا گیا ہے۔[الفوز الکبیر ص۴۷]

۱۱۶۔ الرازی،فخر الدین امام،(۶۰۶ھ) التفسیر الکبیر طبع اول بیروت،لبنان۱۹۹۰ء :۲/۱۹۸

۱۱۷۔ عبیداللہ سندھیؒ، مولانا، المقام المحمود تحقیق وتصحیح، مفتی عبدالقدیر ط. مکی دارالکتب لاہور ۱۹۹۷ء :۲۹۲/۱

۱۱۸۔ القرطبی (۶۷۱ھ) الجامع لأحکام القرآن :۵/۷۸

۱۱۹۔ الزرقانی (۱۳۷۶ھ) مناهل العرفان ۱۴۰/۱

۱۲۰۔ جب کوئی حکم نازل ہوا پھر حالات کے بدلنے کی وجہ سے اس حکم میں کوئی تغیر کر دیا جائے یا پہلے حکم کی تخصیص کر دی جائے تو اس پہلے حکم کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں محکم ہے۔ یعنی کسی حکم کا اپنی جگہ پر ہی رہنا۔[صبحی صالح ڈاکٹر (۱۹۸۶ء) مباحث فی علوم القرآن ، دارالعلم للملایین، بیروت، طبع خامس، ۱۹۶۸ء: ص۲۶۰۔۲۶۱]

۱۲۱۔ البخاری (۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح کتاب التفسیر ۶۴۷/۲

۱۲۲۔ البیضاوی، عبداللہ شیرازی، ابوالخیر، ناصرالدین متوفی (۶۸۵ھ) انوار التنزیل و اسرار التاویل تحقیق عبد القادر عرفات ط. دارالفکر، بیروت ۱۹۹۶ء :ص ۲۸۸/۲

۱۲۳۔ ایضا :۲۸۹/۲

۱۲۴۔ شاہ ولی اللہ (۱۷۶۳ء) الفوز الکبیر :ص ۳۹

۱۲۵۔ صفت وہ تابع ہوتا ہے جو اپنے متبوع یا متبوع کے متعلق کے معنی کو مکمل واضح کرتا ہے۔[ابن ہشام، احمد بن عبدالرحمٰن بن یوسف (۸۳۵ھ) اوضح السالک الی الفیۃ بن مالک ، ط. داراحیاء العلوم، بیروت ۱۹۸۱ء :ص ۳۰۱]

۱۲۶۔ :ابن عطیہ (۵۴۲ھ) المحرر الوجیز:۵۳۵/۳

۱۲۷۔ ایضا :۳۶۸/۲

۱۲۸۔ متشابہات وہ آیات ہوتی ہیں جن کی دلالت معنی پر واضح نہ ہو بلکہ اس میں دوسرے احتمالات بھی موجود ہوں [مناهل العرفان ۱۶۸/۲

۱۲۹۔ پانی پتی، ثناءاللہ قاضی (۱۲۲۵ھ) التفسیرا لمظہری مکتبہ حقانیہ پشاور (س۔ن) :۴۸۵/۱

۱۳۰۔ البخاری (۲۵۶ھ) الجامع الصحیح کتاب العلم باب قولہ تعالیٰ ﴿وما اوتیتم من العلم الا قلیلا﴾ حدیث نمبر ۱۲۲

۱۳۱۔ شاہ ولی اللہ دھلویؒ (۱۷۶۳ء) حجۃ اللہ البالغہ :ص ۱۸